مولانا محمد عیسی منصوری لندن

چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ کی اسلامی قوانین کے بارے میں حق گوئی

برطانیہ میں فروری ۲۰۰۸ء کے شروع میں چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ آرچ بشپ کنٹربری ڈاکٹر روون ولیمز نے (جو دنیا بھر کے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے عالمی سربراہ ہیں) نے برطانیہ میں اسلامی شریعت کے چند قوانین کے نفاذ پر غور وفکر کی دعوت دے کر یہاں کی فضا میں ارتعاش بلکہ تہلکہ بپا کر دیا، آرچ بشپ ڈاکٹر روون نے یہ تجویز غور وفکر کے لیے اپنی سنڈ (چرچ آف انگلینڈ کی پارلیمنٹ) میں پیش کی تھی مگر یہاں کا میڈیا (جس پر صیہونیت کی گہری چھاپ ہے) نے اس طرح ہنگامہ بپا کر دیا گویا صلاح الدین ایوبی نے برطانیہ پر حملہ کر دیا ہو، مغربی میڈیا نے نائن الیون کے بعد اسلام فوبیا کا جو ہوا کھڑا کیا ہے اسے اسلام کے خلاف شور وشغب کا بہانہ مل گیا چنانچہ میڈیا کی شرارت کے سبب ڈاکٹر روون ولیمز کو غصے میں بھرے دھمکی آمیز اور ناشائستہ الفاظ میں بہت سے فون، خطوط، اور ای میل ملے، آرچ بشپ کے شریعت کے بعض قوانین کی حمایت میں ہمدردانہ حمایت کے غیر متوقع بیان پر میڈیا تو ان کی مخالفت میں پیش پیش تھا ہی خود چرچ کی بعض ممبران اور سابق آرچ بشپ آف کنٹربری لارڈ کیری نے بھی برطانیہ میں شریعت کے بعض قوانین کے نفاذ پر غور وفکر کی دعوت کو خطرناک قرار دے کر ڈاکٹر روون پر تنقید کی حتی کہ برطانوی پارلیمنٹ میں بشپ ولیمز کے استعفی کی گونج سنائی دی۔ کینٹ پولیس کے سنیئر ذرائع نے صورتحال کو دیکھتے ہوئے آرچ بشپ کو چوبیس گھنٹہ پولیس تحفظ کی پیش کش کی، اور ان کی سیکورٹی کے حوالے سے گہری تشویش کا اظہار کیا لیکن آرچ بشپ ڈاکٹر روون ولیمز نے پولیس کی پیش کش کو مسترد کر دیا، انہوں نے پریس کو بتایا کہ وہ نہ اپنے بیان پر معذرت کریں گے نہ ہی استعفی دیں گے اور اپنا موقف پریس کے بجائے اپنی سنڈ (چارچ آف انگلینڈ کی پارلیمنٹ) میں پیش کریں گے دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر روون ولیمز نے برطانیہ میں کسی متوازی عدالتی نظام کی تجویز پیش نہیں کی بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا کہ شادی بیاہ، طلاق وو راثت جیسے بعض معاملات میں بعض اسلامی قوانین کی جگہ موجود ہے اور اسلامی شریعت کے چند قوانین اختیار کر لینے سے برطانیہ میں رہنے والی مسلمان کمیونٹی سے سماجی قرابت اختیار کرنے میں مدد ملے گی۔ آرچ بشپ نے بڑے پتہ کی بات کہی مسلمانوں کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ شریعت قانون نہیں اصول قانون ہے یعنی شریعت نے وہ

بنیادی اصول فراہم کیے ہیں جن کو سامنے رکھ کر ہر دور کے تقاضوں ہر معاشرہ کی ضروریات ، ہر قوم ونسل کے مزاج ونفسیات کی رعایت کے ساتھ قانون سازی ہوسکتی ہے۔ یہ ایک عالمی بہبودی کا اصولی ضابطہ ہے اس بات پر برطانوی میڈیا نے اسلام کے خلاف جذبات میں آگ لگادی جس میں سیاست دانوں سمیت اکثر طبقہ بہہ گئے اور ہر طرف سے ان پر پتھروں کی بارش ہونے لگی ایسے میں ان کی اصل حمایت ان کی سنڈ (چرچ کی پارلیمنٹ) اوران کے اپنے طبقہ سے ملی ان کے حق میں ایک مضبوط آواز چرچ آف اسکاٹ لینڈ کی سربراہ ریورنڈ کیسٹک کی تھی انہوں نے کہا بعض افراد نے جان بوجھ کر آرچ بشپ کے الفاظ کو غلط معنی پہنائے اورانہیں ذاتی طور پر نشانہ بنایا ہے جوانتہائی افسوس ناک ہے میں ڈاکٹر ولیمز کے شانہ بشانہ کھڑی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ ہم خوش قسمت ہیں جن کے پاس ایک ایسا رہنما موجود ہے جو بعض اہم نازک مسائل پر گہری سوچ وبچار سے بحث کا آغاز کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے یہ خوشی کی بات ہے کہ ایک دوسرے مذہب کے اعلیٰ ترین رہنما نے زمینی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی قوانین کے متعلق ایک مثبت بحث کا آغاز کردیا ہے اس بحث کا مقصد ایک سیکولر نظام میں رہنے والے اقلیتی کمیونٹیز کے لوگوں کوان کے مذہبی عقائد کے مطابق زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچانا ہے اور ملکی قوانین مذہب کے درمیان زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی پیدا کرتی ہے اس کا اطلاق صرف اسلام یا مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہوگا بلکہ بتدریج دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی اس کا فائدہ پہنچے گا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ چرچ آف انگلینڈ کے پارلیمنٹ نے آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر روون ولیمز کے ریمارکس کے خلاف میڈیا کے عام ردِعمل پر مایوسی کا اظہار کیا اور آرچ بشپ کی حمایت کا اعلان کیا۔ سنڈ (پارلیمنٹ) کا اجلاس شروع ہونے سے قبل بشپ آف لچفیلڈ جو ناتھن گلیڈ نے کہا کہ ڈاکٹر ولیمز کے ریمارکس کو غلط سمجھا گیا ہے، آرچ بشپ کوئی فیصلہ نہیں دے رہے تھے محض غور وخوض کے لیے ایک مسئلہ اٹھا رہے تھے، سنڈ میں جب ڈاکٹر ولیمز نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ ان کی بات کو غلط انداز میں لیا گیا ہے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ برطانیہ میں مسلم کمیونٹی بعض اسلامی قوانین پر پہلے ہی عمل پیرا ہے اُس سے ایک وقت آئے گا جب اس عمل کو قانون کا حصہ بنانا ہوگا اس پر انہیں ارکان سنڈ کی طرف سے بھرپور حمایت ملی اور برطانوی میڈیا کی غوغا آرائی اورطوفان سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ یہ بات قابل غور ہے مسلم رہنماؤں اور تنظیموں کا ردِعمل اکثر منفی تھا بیرون سعیدہ وارثی نے کہا شرعی قوانین سے اتحاد کے بجائے تقسیم میں اضافہ ہوگا، دومتوازی نظام قانون معاشرے کے بہت بڑے حصہ کو تنہائی کا شکار کردیں گے اور قانونی تضادات میں اضافہ ہوگا، دوسرے کئی مسلم رہنما شریعت سے برات کرتے نظر آئے بعض ماڈرن خواتین نے برملا کہا ہمیں شریعت نہیں چاہئے، برطانوی قانون نہایت عمدہ ہے، دینی تنظیموں اور علماء کرام نے عام طور پر اس بحث میں حصہ لینے کی ضرورت نہیں سمجھی، شاید ان کے نزدیک حالات وحقائق سے آنکھیں بند رکھنا ہی سب مسائل کا حل ہے۔

برطانیہ و مغرب کے زمینی حقائق: برطانیہ میں اس وقت کم وبیش دو ملین بیس لاکھ مسلمان بستے ہیں، فرانس میں تقریباً ۵۰ لاکھ، جرمنی میں ۳۰ لاکھ، اسی طرح بلجیم، ہالینڈ سمیت تمام ہی یورپی ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں سوئیز لینڈ میں سرکاری طور پر اسلام دوسرا بڑا مذہب تسلیم کرلیا گیا ہے، عملاً اسلام یورپ وامریکہ کا دوسرا بڑا مذہب بن چکا ہے، حالیہ دنوں میں جن ۶ ۷ ملکوں نے یورپی یونین میں شمولیت اختیار کی ان میں بڑی تعداد مقامی مسلمانوں کی ہے، مثلاً بلغاریہ میں تقریباً ۳۰ فیصد، ترک نسل کے مسلمان آباد ہیں، آئندہ جلد ہی جو ممالک یورپ کا حصہ بننے والے ہیں ان میں کوسوا، بوسنیا، البانیہ جیسے مسلم علاقے اور ممالک بھی ہیں، عالم اسلام کے عظیم ملک ترکی بھی داخلہ کے لیے یورپ کے دروازے پر کھڑا ہے ایک جوہری فرق یہ ہے کہ پرانے یورپ (برطانیہ، فرانس، جرمنی وغیرہ) میں اکثر مسلمان تارکین وطن کے قبیل سے تھے یعنی باہر سے آکر آباد ہوئے جبکہ جو ممالک حالیہ ای ای سی (آل یورپ) کا حصہ بنے اور عنقریب بننے والے ہیں ان میں بسنے والے مسلمان اسی زمین کے فرزند اور اسی یورپین نسل سے ہیں، امریکہ یورپ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے خطرے کو بھانپ کر ہی صیہونی صلیبی گٹھ جوڑ سے نہایت مہارت و چابکدستی سے نائن الیون ۹/۱۱ کا واقعہ انجام دیکر اسے مسلمانوں کے ذمے لگایا تاکہ ایک طرف مغرب کو عالم اسلام پر فوجی یلغار کرکے تباہ کرنے کا بہانہ فراہم ہو دوسری طرف یہاں اسلام کے خلاف نفرت کی آندھی چلا کر بڑھتی ہوئی مسلم آبادی پر بریک لگایا جائے۔

یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ شروع ہی سے مغرب میں اسلام کا مطالعہ کرنے والے تقریباً تمام ہی طبقات (مورخین، ادیب، شعراء) کا تعلق ارکان کلیسا اور چرچ سے رہا، ان کے نزدیک یورپ پر بیرونی مسلمانوں کے عسکری وسیاسی دباؤ کا واحد تحفظ اسلام کے خلاف نفرت انگیز جھوٹا پروپیگنڈہ تھا، صلیبی جنگوں میں جب پورا یورپ تین صدیوں تک اپنی پوری طاقت جھونک کر بھی اسلام کو ختم نہیں کرسکا تو ریمنڈلل اور راجر بیکن جیسے اسکالرز نے پوپ کے سامنے اسلام کی بیخ کنی کے لیے اسلام کے مطالعہ کی تجاویز رکھیں، طویل بحث ومباحثہ کے بعد اسے منظوری مل گئی چنانچہ شروع ہی سے مغرب کے مطالعہ اسلام کا بنیادی مقصد اسلام کی خامیاں تلاش کرنا اور اسلام پر نظریاتی حملوں کے لیے مواد جمع کرنا تھا جب تک مغرب کو مسلمانوں سے عسکری خطرہ رہا اس وقت تک مستشرقین کی تحریریں شدید ترعناد ونفرت میں ڈوبی رہیں جیسے جیسے خطرہ کم ہوتا گیا کھلے عناد ونفرت کی شدت میں بظاہر کمی آتی گئی۔ بیسویں صدی میں جب مغرب کو عالم اسلام پر ہمہ جہتی غلبہ حاصل ہوگیا اور مسلمان عسکری، سیاسی، علمی، فکری طور پر مغلوب ہوگئے تب اسلام کو سمجھنے کی کوشش شروع ہوئی غرض مغرب میں اسلام کا مطالعہ کرنے والا گروپ (مستشرقین) کی حیثیت ہمیشہ یہاں کی حکومتوں کے آلہ کار کے ہراول دستہ کی اور ان کی تحریروں کی حیثیت اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کی تھی اس لئے سترہویں صدی کی تحریروں کی زبان انتہائی تلخ، پرعناد اور اسلوب جارحانہ، اٹھارویں صدی (خلافت عثمانیہ کے کمزور

ہو جانے کے باعث) زبان میں کچھ متانت و سنجیدگی لے لی کچھ کچھ اسلامی معاشرتی، تاریخی، علمی اثرات دبی زبان سے تعلیم کیئے جانے لگے، پہلے مغربی مورخین، مصنفین اسلام کا مطالعہ ترکی سے شروع کرتے تھے، اٹھارویں صدی میں سائنس او کلے نے وصال نبویؐ سے شروع کیا پھر انیسویں صدی عالم اسلام کے ابتلاء اور شکست کی صدی تھی اب مغرب نے عالم اسلام کو سیاسی، اقتصادی علمی و فکری طور پر شکنجہ میں جکڑ لیا تھا اب اسلام کے مزید کچھ محاسن تسلیم کیئے جانے لگے تھے، انیسویں و بیسویں صدی کے مغربی اہل قلم کی تحریریں احساس برتری سے لبریز ہیں کہ اصل تہذیب، مذہب و قانون مغرب کا ہے اسلام کا جینا اس کے موافق اچھا غیر موافق خراب اب تکبر کے احساس سے طعن و تشنیع، دل آزاری اور انتقامی انداز نمایاں ہوا غرض مغربی اسکالرز دانشوروں کی تحریریں ہمیشہ سے سرد جنگ کا حصہ تھیں ان کا پروپیگنڈہ اس قدر شدید و طاقت ور ہے کہ ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ جس نے اسلام کو اپنے اصل ماخذ کے بجائے مغربی تحریروں سے پڑھا ہے اس کی سوچ و فکر مکمل طور پر مغربی اہل قلم و مستشرقین سے ہم آہنگ ہے مغرب میں روزگار کی خاطر آنے والے مسلمانوں کی بھاری اکثریت اسلام کے حوالے سے بے یقینی کا شکار ہے، نظریاتی بے یقینی معاشرہ کا شیرازہ بکھیر دیتی ہے نیز طاقت ور حریف انہیں بآسانی اپنے ہی معاشرہ کے خلاف الہ کار بنالیتا ہے جیسا کہ برطانیہ میں ہزاروں مسلمان MIS (برطانوی انٹلی جنس) کے لیے کام کررہے ہیں ان میں بے شمار مولوی بھی ہیں یہ علمی سرد جنگ (مستشرقین) کی ہے جو تقریباً پانچ صدیوں سے جاری ہے اس کا احاطہ تو کجا ابھی تک اس کے بیشتر گوشے پردہ راز میں مستور ہیں تاہم تاریخ میں پہلی بار اب موقع آیا ہے کہ آج گلوبل ولیج کے عنوان سے مغرب اور اس کے واسطے سے پوری دنیا میں جو عالمی ضابطہ اخلاق اور معاشرتی اقدار کی تدوین و ترتیب ہو رہی ہے اس میں ہم اسلام، قرآن اور شریعت کے انسانی معاشرہ کے لیے مفید، بہبودی کے ضامن اور مثبت پہلوؤں سے مغرب کو روشناس کرایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرتی و اجتماعی مسائل کے حل کے لیے سیرت نبویؐ کے بہت سے گوشے مدد و معاون ہوسکتے ہیں۔ کیا مغرب میں رہنے والے کروڑوں مسلمان اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا سکیں گے؟

آج کی دنیا ایک بستی یا گاؤں (گلوبل ولیج) اور مختلف ممالک اس کے محلے بن چکے ہیں۔ ہر ملک ملٹی نیشن، ملٹی کلچر و ملٹی ریلیجن ملک ہے۔ دنیا کے ہر بڑے شہر میں ایک پڑوسی کرسچن، دوسرا یہودی، تیسرا سوشلسٹ یا بدھسٹ ہونا عام بات ہوگئی ہے، نیز سیکولرزم، ڈی کریسی، انسانی حقوق کو عصری دنیا بطور ایک عقیدہ مذہب کے تسلیم کرچکی ہے اور سیکولرزم کے معنی کسی خاص مذہب یا تمدن کی ترجیح کے بجائے ہر مذہب و کلچر کو مساوی حقوق دینا اور سب کے لیے موقع فراہم کرنا ہے تاکہ ہر مذہب و کلچر کا فرد باہمی رواداری قربت، محبت سے رہ کر ملک و قوم کی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکے آج دنیا میں سب سے اہم مسئلہ یہی باہمی قرابت، افہام و تفہیم، رواداری کا ماحول ہے جب تک دنیا کی دو بڑی قوموں (مسلمان و کرسچن) کے درمیان یہ رواداری و افہام و تفہیم کی روایت قائم نہیں ہوگی دنیا میں اس کا خواب

کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ ان دو بڑی قوموں کے درمیان ٹکراؤ و کشیدگی سے صرف اور صرف صیہونی نسل پرستوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ اس طرح انہیں دونوں قوموں پر پھر اپنے خونی پنجے گاڑنے کا مزید موقع ملے گا یہ بات مغرب جتنی جلدی سمجھ لے اس کے اور انسانیت کے حق میں بہتر ہوگا۔

اس وقت دنیا کا سب سے مقبول نظام وسسٹم ڈیما کریسی و سیکولرزم ہے جس پر مغرب کا نہ صرف ایمان واثق ہے بلکہ وہ اس کی خاطر قوموں کی نسل کشی پر بھی آمادہ ہے افغانستان وعراق میں اپنی خونریزی کو جواز دینے کے لیے امریکہ اور نیٹو کا یہی دعوی ہے کہ ہم ڈیما کریسی و سیکولرزم کی برکات بانٹنے آئے ہیں اور دونوں کی روح ہے حکومت اور قوانین معاشرہ کی مرضی ومنشاء کے مطابق ہوں نہ کہ باہر سے مسلط کئے جائیں حتی کہ دنیا کے کسی (ربڑ اسٹمپ) پارلیمنٹ کو بھی یہی حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ عوام کی مرضی کے خلاف کسی سپر پاور کے دباؤ میں آکر قوانین معاشرہ پر مسلط کرے غرض یہ عصر حاضر کی بنیادی ضرورت ہے کہ رواداری وافہام وتفہیم کا ماحول قائم کرنے کے لیے اقوام عالم کو چند مشترکہ نکات پر اتحاد واشتراک کرنا ہوگا۔ چودہ سو ۱۴۰۰ سال پہلے قرآن نے تینوں آسمانی مذاہب کے لیے مفاہمت واتحاد کا تین نکاتی فارمولہ دیا تھا (۱) خالق کے سوا کسی کی حقیقی عبادت وتابعداری نہ کی جائے (۲) اس عبادت واطاعت میں کسی بھی طاقت وقوت کو شریک نہ ٹھہرایا جائے (۳) اقوام عالم (طاقت ور و کمزور) ایک دوسرے پر رب وخالق بن کر اپنی مرضی مسلط نہ کریں پہلے دو ۲ نکات یہودیت، کرسچینٹی اور اسلام میں مسلّم ہیں، یہ تینوں آسمانی مذاہب توحید کے قائل اور شرک سے بیزار ہیں البتہ مغرب تیسرے نکتہ کے خلاف ڈیڑھ ہزار سال سے پاپا کریسی میں مبتلاء رہا ہے، کرسچینٹی کے مذہبی طبقہ سے بنیادی غلطی یہی ہوئی کہ انہوں نے خالق کا اطاعت وقانون سازی کا حق پوپ کو دے کر اسے عملاً رب وخالق کا درجہ دے دیا تھا ہزار سال تک پوپ مطلق عنان بن کر مذہبی، معاشرتی، سیاسی حتی کہ شہنشاہوں کے فیصلے کرتا رہا، یہ فیصلے محض اس کی ذاتی مرضی وصوابدید پر مبنی ہوتے تھے اور دنیا کی کسی عدالت میں انہیں چیلنج نہیں کیا جاسکتا تھا اس سے فائدہ اٹھا کر پوپ نے اپنے اقتدار کی خاطر یورپ کے عوام ومعاشرہ پر اپنی غلامی مسلط کردی، سوچ وفکر پر پہرے بٹھادیئے ہزار سال پوپ کے مطلق العنان اقتدار کے تاریک اور (Dark) کے بعد علم وسائنس کا دور شروع ہوا تو چرچ نے استبدادی طاقت سے لاکھوں اہل وفکر وتحقیق کو قتل وزندہ جلا کر علم وسائنس کی راہ روکنی چاہی، یورپ نے کرسچینٹی کی اس غلطی (پاپا کریسی) کا صدیوں تک خمیازہ بھگتا، اس علم ومذہب کی جنگ میں اعلی اخلاقی قدریں زوال پزیر ہو کر مغرب میں اخلاقی انارکی کا دور شروع ہوا پھر گزشتہ دو صدیوں میں سازش سرمایہ، ومیڈیا کی بدولت مٹھی بھر شاطر ٹولہ (صیہونی نیوکون) نے یورپ کے معاشرہ کو بے بس کر کے یرغمال بنالیا اب مغرب کے عوام کو اس گھناونی سازش کا احساس ہونے لگا ہے، چنانچہ یہ شیطانی ٹولہ جی ایٹ وسرمایہ دار ملٹی نیشنل کمپنیاں جہاں کہیں جمع ہوتے ہیں نفرت کی صورت میں عوام کا ردعمل سامنے آتا ہے مگر اب تک یہ انسانیت کے سارے وسائل پر قابض ہونے کی وجہ سے یہ ٹولہ کامیاب ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا حشر بھی پاپا کریسی کی طرح ہوتا نظر آرہا ہے بقول

ایک مفکر کے تاریخ کا پہیہ اگر چہ آہستہ چلتا ہے مگر پیتا باریک ہے لگتا ہے مغرب کا معاشرہ ایک بار بے یقینی کی کیفیت میں مبتلاء ہوکر بکھراؤ کی طرف چل پڑا ہے اگر مغرب کے مفکرین واہل دانش نے گلوبل ولیج معاشرہ کے لیے اقدار وضابطہ تلاش نہ کیا تو تباہی سامنے کی بات ہے۔ یہ مسلم علماء واہل دانش کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے کہ عالمی انسانی بہبودی کی اقدار وضابطہ کے تعین میں شریعت، فقہ اسلامی رول کیا ہوا گر ہمارے علماء واہل دانش اس خلا کو پر کرنے پر اپنی سوچ وفکر اور علمی کاوشوں کا رخ کر سکیں اسلام ہی کی نہیں پوری انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہوگی۔

اسلامی قانون وشریعت کا امتیاز: اسلامی قانون کا امتیاز یہ ہے کہ یہ بنیادی طور پر غیر سرکاری قانون ہے جس کے بنانے مرتب کرنے اور توسیع دینے میں کبھی بھی کسی حکومت، ریاست، طاقت ور طبقہ کی مداخلت نہیں رہی یہ عوامی عمل کے ذریعہ مرتب ہوا، امام ابوحنیفہؒ قانونی تاریخ کے عظیم ترین دماغوں میں ایک تھے جن کی تعبیر قانون کو مسلمانوں کا دوتہائی کے قریب حصہ تسلیم کرتا ہے وہ کسی حکومتی قانون ساز ادارہ کے رکن نہیں تھے، امام احمد بن حنبلؒ جن کے فقہی اقوال کو آج سعودی عرب میں قانون کی حیثیت حاصل ہے ان کو کسی بادشاہ نے قانون سازی کے لیے مقرر نہیں کیا تھا اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے اگر کبھی کسی حکمران یا فوجی ڈکیٹیٹر نے طاقت کے زور پر کوئی قانون نافذ کرنا چاہا تو مسلم عوام نے اسے مسترد کر کے علماء وفقہاء وعابدین کے آراء پر عمل کیا جبکہ دنیا کے تمام قوانین (بشمول کرسچینیٹی کے مذہبی عقائد) شہنشاہوں اور طاقت ور حکمرانوں کی مرضی کے مطابق مرتب ہوئے حتی کہ فقہ کے کونسلوں کے گہرے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کرسچینیٹی کے بنیادی مذہبی عقائد تک تمام قوانین وفیصلے رومن شہنشاہ کی مرضی سے بنتے رہے نہ کہ کونسلوں کے اراکین (جو صرف مذہبی پادری ہوتے تھے) کی آراء سے دنیا کے تمام قوانین ودساتیر کی تاریخ یہی ہے کہ پہلے ریاست قائم ہوئی پھر اس نے اپنی طاقت سے قانون بنا کر نافذ کیا مگر اسلام میں قانون پہلے بنا پھر اس کے مطابق ریاست قائم ہوئی، اسلام میں ریاست کا جواز صرف اس وقت تک ہے جب تک وہ قانون شریعت کی حفاظت ونفاذ کرے، ورنہ وہ اپنا قانونی جواز کھو بیٹھتی ہے۔

آج مغرب بلکہ دنیا کا ایک بڑا مسئلہ جرائم کی بہتات وکثرت ہے ہر سال کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ قتل، چوری، ڈکیتی، زنا بالجبر سمیت تمام جرائم دن بدن بڑھتے جارہے ہیں انہیں ختم کرنا بلکہ کم کرنے کی ہر کوشش ناکام ہے دنیا کی سب سے ترقی یافتہ ومتمدن کہلانے والی قوم امریکہ میں ہر روز بلکہ ہر گھنٹہ کے جرائم کے ہوشربا اعداد وشمار اس بات کی دلیل ہے کہ مغربی قوانین جرائم کی روک تھام میں بالکل ناکام ہو چکے ہیں مغرب کے ہر ملک میں جتنی جیلیں تعمیر ہوتی ہیں ناکافی ہو جاتی ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے مغربی تہذیب میں سب سے زیادہ حقوق مجرموں اور قاتلوں کے ہیں۔ امریکہ میں ایک شخص سو ر ۱۰۰ کے قریب معصوم بچوں کو اغوا کر کے ان سے بدفعلی وبدکاری کر کے بے دردی سے قتل کرتا ہے جب پکڑا جاتا ہے تو امریکہ کے بہت سے نامور وکیل انسانی ہمدردی میں اسے پھانسی سے بچانے کے لیے میدان میں آجاتے ہیں۔ جبکہ یہ معلوم تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کا قانون وشریعت جرائم کو جڑ سے اکھاڑ کر نابید کر دیتے

ہیں ۔ چودہ سو/۱۴۰۰ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی اسلامی قانون شریعت سے کسی ملک وقوم نے فائدہ اٹھایا تو سوسائٹی کو جرائم سے پاک کرنے میں انتہائی مدد ملی آج سعودی عرب میں اسلامی قانون وشریعت کے صرف ایک چھوٹا سا حصہ (حدود وقصاص) کے نفاذ کی وجہ سے وہاں جرائم کی تعداد دنیا میں سب سے کم ہے کیا یہ بات اقوام عالم اور مغرب سمیت ہر تمدن ومعاشرہ کے لیے غور وفکر کا تقاضہ نہیں کرتی گلوبل ولیج کا بنیادی تقاضہ ہے کہ رنگ ونسل ،قومیت وطبقہ کی حد بندیوں سے بالاتر ہو کر کھلے دل سے دنیا کے تمام قوانین ،شرائع ،دساتیر کا جائزہ لیا جائے مطمع نظر صرف جرائم کا خاتمہ اور انسانی بہبود ہو نہ کہ کسی خاص تمدن وآئین کا تسلط (آرچ بشپ ڈاکٹر ولیمز کے ریمارکس سے برطانیہ میں مسلمانوں کو شریعت کے حوالہ سے شریعت کا صحیح موقف پیش کرنے کا سنہری موقع پیش آیا تھا مگر مسلمان اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے اس کے برخلاف اسلام دشمن (صیہونی و نیوکون) طاقتوں نے میڈیا کے ذریعہ اسلام کا ہوا کھڑا کر کے اقوام یورپ کو ڈرا دیا حتی کہ وضاحت کے بہانے ڈاکٹر روون ولیمز کو بھی ایک حد تک پسپائی اختیار کرنی پڑی لیکن اس بحث سے مثبت نتائج بھی نکلیں گے چنانچہ ۲۸ رفروری برطانیہ کے دو/۲ روزناموں فائنشل ٹائمز اور ٹیلی گراف نے خبر دی ہے کہ حکومت سنجیدگی سے سوچ رہی ہے کہ برطانیہ میں بسنے والے مسلم علماء کو اسلامی قانون اور شریعت کی باقاعدہ ٹریننگ دی جائے اس مسئلہ میں برطانیہ کی اسلام دشمن اور اسلام کے متعلق سخت گیر پالیسیوں کے حامی قوتوں کی پوری کوشش ہوگی کہ شریعت لاء کی تعبیر وتشریح مغربی نکتہ نظر کے مطابق یا دوسرے الفاظ میں مغربی اقدار وسسٹم کو کسوٹی بنا کر کی جائے لیکن قدرت نے ہمارے لیے بھی بہت سے مواقع پیدا کر دیئے ہیں کہ ہم اسلام وشریعت کے انسانی سوسائٹی کے متعلق فلاح وبہبود اور فائدہ مند پہلوؤں کو سامنے لائیں جن میں ایک یہ ہے کہ اسلام نے اس دور میں جب ایک مذہب تمدن کے لوگوں کے درمیان دوسرے مذاہب کا زندہ رہنا مشکل تھا دوسرے مذاہب وشرائع کو اپنے اپنے مذہبی قوانین کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ ان پر عمل پیرا ہونے کی مکمل ضمانت دی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے میثاق مدینہ میں یہودیوں اور مدینہ واطراف کے غیر مسلم بت پرست قبائل کو پوری آزادی کے ساتھ ان کے قوانین پر چلنے کی آزادی دی۔ اسی طرح دور خلفاء راشدینؓ میں یروشلم ،عراق ،وسط ایشیاء کے تمام مفتوحہ ممالک میں تمام مذاہب واقوام کو ان کے قوانین پر چلنے کی آزادی وتحفظ فراہم کیا ،آج بھی مصر کے قبطی کرسچین ہوں یا عرب کے یہودی سب آزادی سے اپنے قانون وشرائع پر عمل پیرا ہیں ،اگر یہی حق اکیسویں/۲۱ صدی میں مغرب میں بسنے والی مختلف مذاہب کی کمیونٹیز کو مل جاتا ہے تو اس سے کوئی آسمان نہیں ٹوٹ پڑے گا ،نہ یہاں کے عدالتی سسٹم وقانون کے لیے کوئی خطرہ یا مسئلہ پیدا ہوگا بلکہ ملک میں بسنے والی کمیونٹیز میں باہمی ہم آہنگی اور قرابت کا ذریعہ بنے گا۔ جب آرچ بشپ کے ذریعہ برطانوی میڈیا میں یہ بحث چھڑ گئی ہے تو ہماری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ بحث کو مثبت رنگ دیں کہ شریعت صرف چور کا ہاتھ کاٹنے یا زانی کے سنگسار کرنے کا نام نہیں ہے ،حدود وقصاص کا نفاذ اسلام میں معاشرہ کی مکمل اصلاح اور معاشرہ کے مکمل طور پر آخری آسمانی تعلیمات پر استوار ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔

○